یا ایّھا الرّسول اور یا ایّھا النّبی کے قرآنی خطابات اوران کی معنویت

از:

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

قرآن کریم میں انبیائے کرام علیھم السلام کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت تاریخی سے زیادہ تربیتی ہے۔ ان واقعات میں انبیائے کرام علیھم السلام کے اسمائے مبارکہ کا تذکرہ بھی ہوا اور بعض مقامات پر انبیائے کرام کو اللہ رب العزت کی طرف سے خطاب بھی کیا گیا۔ ان الٰہی خطابات میں نبی آخرالزمان ﷺ کو جہاں بھی خطاب فرمایا تو وہ منفرد نوعیت کا ہے اور آپ کی عظمت ورفعت کا مظہر ہے۔ من جملہ دیگر ندائیہ کلمات کے، یاایھاالرسول اور یا ایھاالنبی بھی ہیں۔ زیرنظر مقالہ میں نبی اور رسول میں فرق کے حوالہ سے علماء کے نقطہ ہائے نظر اور اُن آیات کی مختصر سی وضاحت پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے جن میں آپ کو ان دونوں القابات سے خطاب فرمایا گیا۔

ا۔ نبی[۱] اور رسول میں فرق:-

نَبِیّ'' کا لفظ نَبَأ'' سے مشتق ہے اور اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا

ہے۔۲ لیکن نَبَأ" ہر خبر کو نہیں کہتے بلکہ وہ خبر۔

۱۔ جو نہایت فائدہ مند۔

۲۔ اہم اور عظیم۔

۳۔ اور اس کو سن کر غلبۂ ظن حاصل ہو، ہی نباً کہلائے گی۔۳

اگر اس لفظ کا مادہ اشتقاق النبوۃ یا النباوۃ ہو تو اس کا معنی بلند اور اونچی چیز ہے چونکہ نبی حسی اور معنوی طور پر دیگر مخلوقات سے ہر اعتبار سے اشرف واعلیٰ ہوتے ہیں اس لئے انہیں نبی کہتے ہیں۔ صاحب لسان العرب کے بقول وان اخذ من النبوۃ والنباوۃ وھی الارتفاع عن الارض اوھی الشئ المرتفع ای انہ اشرف علی سائر الخلق.۴

یوسف الصالحی نے بھی ایسا ہی جملہ لکھا۔

وھی الرفعۃ لان رتبتہ مرفوعۃ علی سائر الخلق.۵

امام راغب اس لفظ کے لغوی پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں: النبوۃ سفارۃ بین اللّٰہ وبین ذوی العقول من عبادہ لازاحۃ علتھم فی امر معادھم ومعاشھم والنبی لکونہ منبأً بما تسکن الیہ العقول الذکیۃ.۶

نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی دنیوی اور اخروی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور نبی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے۔

صاحب لسان العرب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا معنی الطریق یعنی رستہ بھی ہے اور النبوۃ سے مراد الطریق الی الھدی یعنی نبوت کا رستہ ہی ہدایت کی طرف لے جانے والا ہے۔۷

شریعت اسلامیہ میں نبی کس کو کہتے ہیں؟ اس کی وضاحت دستور العلماء میں ان الفاظ

سے کی گئی ہے۔

فی الشرع بعثه اللّٰه تعالٰی الی الخلق لتبليغ الاحكام.۸

یعنی شریعت میں نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکامات شرعیہ کی تبلیغ کے لئے مبعوث فرمائے۔

لغت میں رسول کے لفظ کا اطلاق صرف پیغام پر اور کبھی اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے پیغام دے کر بھیجا گیا ہو۔ والرسول تارة يقال للقول المتحمَّل وتارة المتحمِّل ۹

شرعی اصطلاح میں علامہ یوسف الصالحی کے مطابق، وہ مرد جس کی طرف شریعت کی وحی کی جائے اور اسے تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے وہ نبی ہے اور اگر تبلیغ کا حکم بھی ہو تو وہ رسول ہے۔

انسان ذكر اوحى اليه بشرع ولم يومر تبليغه فان أمر بذلک فهو رسول ايضاً۔۱۰

نبی اور رسول میں اصطلاحی فرق کے حوالہ سے علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔۱۱

امام رازی نے ان دونوں میں فرق نہ ہونے کے دلائل بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نبی اور رسول دونوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں خطاب ان کے ایک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ أن اللّٰه تعالٰی خاطب محمداً مرة بالنبی ومرة بالرسول فدل على انه لامنافاة بين الامرين.۱۲۔

علماء کے دوسرے گروہ نے آیت کریمہ: ﴿وَمَا اَرۡسَلۡنَا من قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلاَنبیٍ﴾. (الحج:۵۲) کی روشنی میں کہا ہے کہ دونوں اصطلاحات میں فرق ہے۔۱۳ اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو یہ تکرار ہوتی اور یہ بلاغت کے خلاف ہے۔۱۴ لیکن دونوں میں فرق کی نوعیت کیا ہے؟ اس بارہ میں علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ کسی نے لغوی معانی کو پیش نظر رکھ کر فرق کیا تو کسی نے

ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھا اور بعض نے نزول وحی کے طرق میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھ کر رائے دی۔ بعض نے انسان یا فرشتہ ہونے کے فرق کو بھی قابل ذکر گردانا۔

قھستانی کے پیشِ نظر:

''الرسول من بعث لتبلیغ الاحکام ملکاً کان او انسانابخلاف النبی فانه مختص بالانسان'' .۱۵

فراء نے نزول وحی میں فرق کو پیش نظر رکھ کر کہا:

''الرسول الذی ارسل الی الخلق بارسال جبریل علیه السلام عیاناً والنبی الذی تکون نبوته الهاما اومناماً، فکل رسول نبی ولیس کل نبی رسولا.۱۶

علامہ اسماعیل حقی نے ایک قول نقل کیا جس میں نئی شریعت کے ملنے یا نہ ملنے کو مدار مانا گیا ہے:

والرسول انسان ارسله اللّٰه الی الخلق لتبلیغ رسالته وتبیین ماقصرت عقولهم من مصالح الدارین وقدیشرط فیه الکتاب بخلاف النبی فانه اعم.۱۷

اس مسئلہ پر سب سے عمدہ رائے علامہ ابن تیمیہ کی ہے بقول انور شاہ کشمیری، کتاب النبوات میں سب سے قابل قدر یہی مسئلہ ہے۔۱۸

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فالنبی هوالذی ینبئه الله ،وهوینبئ بماأنبأالله به ، فان أرسل مع ذلك الی من خالف أمرالله لیبلغه رسالة من الله الیه فهو رسول

ولم یرسل ھوالی احدیبلغه عن اللّٰه رسالة ،فھونبی ولیس برسول (سورہ حج:۵۲)وقوله من رسول ولا نبی فذکر ارسالًا یعم النوعین،وقدخص احدھما بانه رسول فان ھذا ھوالرسول المطلق الذی أمره بتبلیغ رسالته الی من خالف اللّٰه کنوح،وقد ثبت فی الصحیح أنه اول رسول بعث الی اھل الارض۔[19]

فالانبیاء ینبئھم اللّٰه فیخبرھم بامره ونھیه وخبره،وھم ینبئون المومنین بھم ماأنبأھم اللّٰه به من الخبر والامروالنھی فان ارسلوا الی کفار یدعونھم الی توحید اللّٰه وعبادته وحده لاشریك له ولا بدأن یکذب الرسول قوم قال تعالیٰ۔(الذاریات:۵۲،السجده:۴۳)[20]

ولیس من شرط الرسول ان یاتی بشریعة جدیده،فان یوسف کان رسولا وکان علی ملة ابراھیم وداؤدوسلیمان کانارسولین وکانا علی شریعة التوراة۔[21]

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کوغیب کی خبریں دے کر نبی بنائے تو وہ نبی اللہ بن جاتا ہےاور جب تک کسی کافر قوم کوخدائی پیغامات پہنچانے کا حکم نہ دیا جائے وہ صرف نبی اللہ ہی ہوتا ہےخواہ کسی پہلی شریعت پرعمل کرتا رہے البتہ جب کافر قوم کوخدائی احکام پہنچانے کا حکم دے دیا جائے تو وہ نبی اللہ ہونے کے ساتھ رسول اللہ بھی بن جاتا ہے۔رسول کے لئے نئی شریعت لانا قطعاً ضروری نہیں حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھےمگر ملت ابراہیمی پر تھےاسی طرح حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام رسول تھےاور شریعت تورات پر عامل تھے۔حضرت نوح علیہ السلام کا دور آیا تو کفر ظاہر ہوااس لئے روئے زمین پر پہلے رسول آپ ہی ہیں۔حضرت آدم اور آپ کے درمیان سب انبیاء تھے۔

علمائے شیعہ کے ہاں بھی اس سے ملتی جلتی تعبیر ملتی ہے۔تفسیر نمونہ میں ہے:

ہماری نظر میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ رسول ان انبیاء کو کہتے ہیں جو اپنے دین کی تبلیغ وترویج اور لوگوں کو اس کی دعوت دینے پر مامور تھے، جیسا کہ ان کی سوانح حیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں انتھک کوشش کرتے تھے۔معمولی فروگذاشت بھی نہیں کرتے تھے اور ہر طرح کی سختی اور تکلیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔البتہ نبی جیسا کہ خود اس لفظ ہی سے ظاہر ہے کہ اس شخصیت کو کہا جاتا ہے جو وحی الٰہی کی خبر دے اگر چہ وہ وسیع سطح پر تبلیغ پر مامور نہیں ہوتے۔دراصل وہ ایک ڈاکٹر کی مانند ہوتا ہے جس کو تلاش کر کے اسے لوگ اپنی بیماری کا علاج کراتے ہیں مطالعہ سے پتہ چلتا ہی کہ مختلف پیغمبروں کے ماحول وحالات میں خاصا فرق تھا اور ہر ایک کے فرائض وذمہ داریاں جدا جدا تھیں۔[۲۲]

یہاں ضمناً نبوت ورسالت کے حوالہ سے دو مزید مباحث کا اجمالی ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ عورت بھی منصب رسالت ونبوت پر فائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جمہور کا کہنا ہے: **لا نبوة فی النساء بالاجماع.**[۲۳]

والجمهور أنه لم ينبأ امرأة.[۲۴]

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: جمہور کا قول ہے کہ نبوت صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے۔[۲۵] امام رازی کی بھی یہی رائے ہے۔[۲۶]

ابن حزم[۲۷] کی رائے ہے کہ چھ عورتیں نبی ہیں۔حواء، سارہ، ھاجر، ام موسیٰ، آسیہ، مریم۔[۲۸] ان کے نزدیک فرشتے سے مکالمہ اور بشارات وغیرہ کے لئے فرشتہ کا آنا نبی ہونے کے لئے کافی ہے اور ان معنوں میں یہ عورتیں نبی ہیں مگر رسول نہیں۔''**نبوة مع الرسالت**'' صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔[۲۹]

مگر علامہ آلوسیؒ کے نزدیک یہ تعریف اور رائے قطعاً صحیح نہیں ہے وأن من توهم أن النبوة مجرد الوحي ومكالمة الملك فقد حاد عن الصواب.۳۰

امام قرطبیؒ درج بالا خواتین میں سے صرف حضرت مریم کی نبوت کے قائل ہیں۔والصحيح أن مريم نبيه.۳۱

ب۔ علماء نے ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ (الانعام:۱۳۰) کے تحت یہ بھی بحث کی ہے کہ جنوں میں بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں یا نہیں؟ بعض علمائے تفسیر کا کہنا ہے رسول اور نبی صرف انسانوں میں ہوئے جنات میں کوئی شخص بلا واسطہ رسول نہیں ہوا۔ جنات میں انسانی رسولوں کے قاصد اور پیغامبر ہوتے تھے مجازی طور پر ان کو رسول کہا گیا ہے۔ایک جماعتِ علماء کا یہ خیال ہے کہ خاتم الانبیاء سے پہلے ہر گروہ کے رسول اسی گروہ سے ہوتے تھے

اور آپ ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو انسانوں اور جنوں کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔۳۲

رسالت اور نبوت سے متعلقہ ان مباحث کے بعد ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ ﷺ کو رسول اور نبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔

۱. یاایّھاالرسول کا خطاب:-

قرآن کریم میں صرف دو مقامات ہیں جن میں آپ کو یاایھاالرسول کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں مقامات سورۃ المائدہ میں ہیں اور یہ مدنی سورت ہے۔

(۱) ﴿یَااَیُّھَاالرَّسُوْلُ لَایَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ۔ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَھُمْ۔ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾(المائدہ:۴۱)

ترجمہ: اے رسول! آپ کو نہ غمگین کریں وہ جو کفر کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں یہ جھوٹ کے رسیا اور دوسروں کی باتیں ماننے والے ہیں جو خود آپ کے پاس نہیں آتے۔ اللہ کی باتوں کو صحیح موقعوں سے بدل دیتے ہیں۔

اس آیت میں ﴿یا ایھا الرسول﴾ سے خطاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے: لفظ رسول سے خطاب یہاں اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ رسول کی اصل ذمہ داری صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور انذار و تبشیر کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔ اس امر کی کوئی ذمہ داری اس پر نہیں ہے کہ لوگ اس کی دعوت کے معاملے میں رویہ کیا اختیار کرتے ہیں۔ اگر رسول نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا ہے تو وہ عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا، لوگ اگر کفر کی راہ میں سبقت کرتے ہیں تو اس کی پرسش رسول سے نہیں ہوتی ہے بلکہ خود لوگوں سے ہوتی ہے، پھر جو بات دوسروں سے متعلق ہے اس کا غم رسول کیوں کرے؟ یہاں چونکہ مقصود آنحضرت

ﷺ کو منافقین اور یہود کی مخالفانہ اور سازشانہ روش پر تسلی دینا اور اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ جن کا فتنہ میں پڑنا سنت الٰہی کے بموجب مقدر ہو چکا ہے وہ فتنہ میں پڑ کے رہیں گے اس وجہ سے ﴿یا ایھا الرسول﴾ کے خطاب سے آپ کو مخاطب کرنا موزوں ہوا تا کہ خطاب ہی سے آپ کی ذمہ داری کی حد آپ پر واضح ہو جائے''۔[۳۳]

(۲) ﴿یـاَیُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآاُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ. وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ. اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ﴾. (المائدہ:۶۷)

اس آیت مبارکہ میں یاایھاالرسول کے لقب سے خطاب کی معنویت کو علامہ شبیر احمد عثانی نے نہایت جامعیت سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: پچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی۔ آئندہ قل یااھل الکتاب لستم علی شئ سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس ''اقامت'' کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشیئ محض ہے ﴿یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک﴾ میں اسی دوٹوک اعلان کے لئے حضور کو تیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات

آپ بے خوف وخطر اور بلا تامل پہنچاتے رہیے۔ اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدائی پیغامبر) ہونے کے رسالت و پیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے حق میں فریضہ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہوسکتا تھا۔ آپ نے

بیس بائیس سال تک جس بے نظیر اولوالعزمی جانفشانی، مسلسل جدوکد اور صبر واستقلال سے فرض رسالت وتبلیغ کو ادا کیا وہ اس کی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت وبلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفۂ تبلیغ میں مزید استحکام وتثبیت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہ ہی ہوسکتا تھا کہ حضور کو یــا ایھـا الـرسـول سے خطاب کر کے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرض محال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمامتر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید ہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں لہٰذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذراسی کوتاہی کریں عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے مقصر رہتا ہے۔ یا تو اسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخاطبین کے عام تمرد وطغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے، تبلیغ کے ثمر اور منتج ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب ﴿یـا ایھـا الـرسـول سے فـمـا بـلـغـت رسـالـتـه تک، دوسری کا واللہ یعصمک من الناس﴾ میں اور تیسری کا ان اللہ لایھدی القـوم الـکـفـرین میں دیدیا گیا۔ یعنی تم اپنا فرض ادا کئے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت وآبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائے گا، باقی ہدایت وضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر وانکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑو نبی کریم ﷺ نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی

کے موافق امت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔ نوعِ انسانی کے عوام وخواص میں سے جو بات، جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی، آپ نے بلاکم وکاست اور بے خوف وخطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی اور وفات سے دواڑھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمان اسلام اور عاشقان تبلیغ کا اجتماع تھا آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان فرمادیا کہ اے خدا تو گواہ رہ میں (تیری امانت) پہنچا چکا۔۳۴؎

ب۔ یاایھا النبی کا خطاب:

قرآن کریم میں ۱۳ مقامات پر ﴿یــاایھــاالنبی﴾ سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان آیات کو نقل کیا جاتا ہی جنکا آغاز اس پر کیف خطاب سے ہوا اور اس خطاب کی معنویت سے متعلق مفسرین کی آراء کو بھی نقل کیا جائے گا۔

(۱) ﴿یــا اَیُّھَــا الــنَّبِــیُّ حَسْبُکَ الــلّٰــهُ وَمَــنِ اتَّبَــعَکَ مِــنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾. (الانفال ۶۴)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ اور آپ کی پیروی کرنے والی مومنین کافی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے آپ کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یاایھــاالنبی آپ تو نبوت کے مقام ارفع پر فائز ہیں اس لئے کیا گیا ہے۔ اس ہمت افزائی کی ساتھ ہی اگلی آیت میں آپ کو وہ حکم دیا گیا جس کی لیے یہ آیت تمہید تھی۔

آپ کی نصرت اوراعانت کے لئے اللہ اورآپ کے غلام کافی ہیں کسی اور کے سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں۔آپ کی دلجوئی اورتسلی وتشفی کے لئے اس خطاب دلنواز سے مخاطب۔

(۲) ﴿ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ﴾. (الانفال:۶۵)

اے نبی مکرم مومنوں پر قتال پر برانگیختہ کیجئے۔

چونکہ مخلوق تک احکامات الٰہیہ نبی کے واسطہ ہی سے پہنچتے ہیں اس لئے یاایھا النبی کا خطاب فرمایا اورساتھ ہی مسلمانوں کو روحانی تقویت کے لئے قلت وکثرت کا اصول سمجھا دیا۔ یہ حکم درحقیقت مجاہدین میں ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کرتا ہے۔ایمانی بصیرت کی قوت وسطوت کا ایسا پیغام نبی ہی دے سکتے ہیں۔

(۳) ﴿ یَـااَیُّھَـا الـنَّبِـیُّ قُـلْ لِّمَنْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ مِنَ الْاَسْرٰیٓ اِنْ یَعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُـلُـوبِـکُـمْ خَیْـراً یُّـؤْتِـکُمْ خَیْراً مِّمَّآاُخِذَمِنْکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْر" رَّحِیْم﴾". (الانفال:۷۰)

ترجمہ:اے نبی مکرم آپ کے قبضہ میں جوقیدی ہیں ان سے فرمایئے اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی پائے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر وہ تم کوعطا فرمائے گا اورتم کو بخش دے گا اوراللہ بخشنے والا اورمہربان ہے۔

یہ آیت درحقیقت بدر کے قیدیوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایک پیغام ہے۔

پیغامات الٰہیہ مخلوقات تک بواسطہ نبی آتے ہیں اس لئے ﴿یـاایھـاالنبی﴾ سے خطاب فرمایا۔ اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:ان دونوں آیتوں (۷۰،۷۱) پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں کوفدیہ لے کر جوچھوڑ دیا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس

پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نے اس کو پسند فرمایا اوران قیدیوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر انھوں نے اس احسان کی قدر کی تو اس سے ان کے لئے قبول اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلیں گی۔ غور کیجئے کہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو محض بعض تفسیری روایات کی بنا پر مفسرین نے اختیار فرمائی کہ آنحضرت پر اس بات کے لئے عتاب ہوا کہ اچھی طرح خون بہائے بغیر تم نے قیدی کیوں پکڑے اور فدیہ کیوں قبول کیا۔ ۳۵

(۴) ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ﴾. (التوبہ:۷۳)

ترجمہ: اے نبی کریم کافروں کے ساتھ جہاد کیجئے اوران پر سختی کریں۔

نبی کریم ﷺ آپ مزاج اقدس کی نرمی کی بنا پر منافقین کا سخت احتساب نہ فرماتے۔ یاایھا النبی کے خطاب سے آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اے رؤف ورحیم اب ان کی بارے میں اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرلیں یہ لوگ کریم النفسی سے ماننے والے نہیں اب ان پر سختی کریں۔

(۵) ﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ﴾.(الاحزاب:۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم! ڈرتے رہیے اللہ سے اور کفار ومنافقین کا کہنا نہ مانیے۔

''اس سورہ مبارکہ (الاحزاب) کا آغاز یاایھا النبی کے پرجلال کلمات سے کیا گیا ہے براہ راست اس خصوصی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں چند ایسی اصلاحات کا حکم دیا جارہا ہے جو قدامت پرست اہل عرب کے رسم ورواج کے سراسر خلاف تھیں۔ معاشرہ میں جب کوئی فعل رواج پکڑتا ہے اور پشت ہاپشت سے لوگوں کا اس پر تعامل ہوتا ہے تو اسے ایک تقدس اور احترام حاصل ہوجاتا ہے۔ وہ

لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس بارے میں اتنے جذباتی ہو جاتے ہیں کہ اس میں کسی اصلاح اور ترمیم کو برداشت نہیں کرتے اور کسی بڑی سے بڑی ہستی کو بھی اس میں ردوبدل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

قوموں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں کے لئے سب سے صبر آزما لمحے وہی ہوتے ہیں جب وہ اپنی قوم کے غلط اور مضرت رساں رسم ورواج کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہیں کیونکہ اس سورت میں عرب کے قدامت پسند معاشرہ اور ان کے غلط رواجوں کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور قوم کے شدید ردعمل کا اندیشہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی طور پر خطاب فرما کر چند ہدایات سے سرفراز کر رہے ہیں تا کہ حضور کے خلاف کذب وافتراء کے جو طوفان اٹھنے والے ہیں ان میں آپ ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔[۳۶]

پیغمبر ﷺ کو یہ حکم دینے کا مقصد یہ نہیں کہ آنجناب تقویٰ کے بارہ میں یا کفار ومنافقین کی اطاعت ترک کرنے کے مسئلہ میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام لیتے تھے بلکہ اس قسم کے احکام جہاں ایک طرف پیغمبر کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں پر تمام مومنین کے لیے درس بھی ہے۔[۳۷] علامہ آلوسی کی رائے میں تقویٰ اختیار کرنے کے حکم کا مقصود اس پر دوام واستقامت ہے یہ بھی کہا گیا کہ تقویٰ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کی کوئی انتہا نہیں اس لئے تقوی میں ہر لحہ زیادتی

(۶) واضافہ ہو۔الدوام والثبات علیھا وقیل الازدیاد منھا فان لھا باباواسعا وعرضاعریضاً لاینالہ مناہ.[۳۸]

﴿یـٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتَھَا فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَاُسَرِّحۡکُنَّ سَرَاحاً جَمِیۡلاً۔﴾ (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ اپنی بیویوں کو فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش و آسائش کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں۔

منافقین مرد جس طرح مسلم معاشرہ کے خلاف اپنی کاروائیوں میں مصروف ہوتے اسی طرح منافق عورتیں بھی یہ کام کرتیں۔ نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کے لئے منافقات کی چالوں کے حوالہ سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ منافق عورتوں کی چالوں کا مقصد آپ کی گھریلو زندگی میں فتنہ کھڑا کرنا اور ازواج النبی کے اندر بے اطمینانی پیدا کرنا تھا۔ یہ حالات تھے جن میں یہ آیات اتری ہیں۔ ان میں جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان کو سنانا تو مقصود ہے دراصل ان منافقین اور منافقات کو جن کی ریشہ دوانیوں کے تار و پود ان میں بکھیرے گئے ہیں لیکن وہ پس پردہ تھے اس وجہ سے قرآن نے ان کو مخاطب کرنے کی بجائے نبی ﷺ اور ازواج النبی کو مخاطب کر کے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ ۳۹؎

(۷) ﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً﴾. (الاحزاب ۴۵-۴۶)

ترجمہ: اے نبی مکرم ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، بروقت ڈرانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن کر دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

یہاں نبی ﷺ کو خطاب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم پر بھی واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں اور دوسروں پر بھی آپ کی شخصیت کی اصلی نوعیت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ موافقین ومخالفین دونوں اس روشنی میں اپنے اپنے رویے کا جائزہ لے سکیں۔[۴۰]

(۸) ﴿یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَامَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ﴾. (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اے نبی مکرم ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لئے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔

اسلام نے مردوں کو شرط عدل کے ساتھ چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمتوں کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت مرحمت فرمائی۔[۴۱] چونکہ یہ چیز آپ کے امتیازات وخصائص میں سے تھی اس لئے یاایھا النبی سے خطاب کیا گیا کہ آپ کو نبی کی حیثیت سے اس کی اجازت دی گئی ہے اسی لئے ان شادیوں کے مقاصد عام شادیوں سے بلند تر تھے۔ ان سے مقصود یا تو اپنے غلاموں کی دلجوئی تھی یا دشمن قبائل کے ساتھ محبت اور مؤدت کے تعلقات قائم کرنے تھے۔[۴۲]

محمد علی السایس نے سابقہ آیات سے ربط واضح کرتے ہوئے لکھا کہ ان میں مومنین سے متعلقہ احکام تھے اور ان میں ازواج النبی سے متعلق۔ وھنا فی نساء النبی اللاتی یحل له نکاحھن واحکام اخری تتبع النکاح.[۴۳]

﴿یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ
(۹) مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُعْرِفْنَ فَلَایُؤْذَیْنِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْراً
رَّحِیْماً﴾. (الاحزاب:۵۹)۔

ترجمہ: اے نبی مکرم! آپ فرمایئے اپنی ازواج مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) اپنی چادر کے پلو اپنے اوپر ڈال لیا کریں اسی طرح بآسانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، اور ہر وقت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں ازواج مطہرات یا بنات طاہرات اور تمام مومن عورتوں کے لئے ایک شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ حکم بھی ایسا ہے جو صرف آپ کے زمانہ اقدس سے مخصوص نہیں ہمیشہ کے لئے مومنین پر فرض کیا گیا ہے اس لئے مناسب یہی تھا کہ یـاایھاالنبی کے الفاظ سے آغاز ہو نبی ہی خالق اور مخلوق کے مابین سفارت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(۱۰) ﴿یـاَاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِذَاجَاءَ کَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ
شَیْئاً وَلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ
یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَّلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ
وَاسْتَغْفِرْلَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْر" رَّحِیْم".﴾ (الممتحنہ:۱۲)

اے نبی مکرم! جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اور ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو خدا کا شریک قرار نہیں دیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا سے آلودہ نہ ہوں

گی، اپنی اولاد کوقتل نہیں کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان باندھیں گی اور معروف کے کاموں میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کریں گی۔تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور خدا سے ان کے لئے مغفرت طلب کریں بیشک خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیات صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں نازل ہوئیں۔۴۴؎ ان آیات میں عورتوں سے چھ امور پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ یہ بیعت براہ راست نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر تھی اور اس عرصہ میں آنے والی تمام خواتین کے لیے یہ عمومی حکم تھا اس لئے ﴿یاایھاالنبی﴾ کا خطاب ہی مناسب اور موزوں تھا۔اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے مسائل کو معاشرے کے اہم ترین امور میں شمار کیا ہے۔

(۱۱) ﴿یَاۤاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوۡھُنَّ بِعِدَّتِہِنَّ﴾. (الطلاق:۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم! (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو، تو ان کو طلاق دو، ان کی عدت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

اگرچہ اس آیت مبارکہ میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے مگر حکم امت کے لئے ہے۔

کیونکہ آپ کو خطاب کرنے کے فوراً بعد ضمیر خطاب جمع کی آ گئی ہے (طلقتم) ۴۵؎

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: آیت میں طلاق کا ذکر تھا اور یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کرنے کے بعد امت کو خطاب کیا اور اس میں نبی کریم ﷺ کی تکریم و تعظیم کا پہلو شامل ہے۔انہ خاطبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنداء صرف سبحانہ الخطاب عنہ لامتہ تکریما لہ ﷺ

لما فی الطلاق من الکراھۃ فلم یخاطب بہ تعظیماً.[۴۶]

(۱۲) ﴿یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَااَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ﴾.(التحریم: ۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کردیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں یاایھاالنبی سے خطاب پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوحیان اندلسیؒ لکھتے ہیں: یاایھاالنبی نداء اقبال وتشریف یعنی اللہ تعالیٰ نے یاایھاالنبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف یعنی از راہ لطف ومحبت دریافت کیا کہ اے حبیب آپ نے ایسا کیوں کیا اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا جس طرح ﴿عفااللّٰہ عنک لم اذنت لھم﴾ میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الٰہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کردیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کے لئے ہوتا ہے''۔[۴۷]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فیہ تعظیم شانہ صلی اللّٰہ وسلم لان ترک الاولی بالنسبہ الی مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذلک.[۴۸]

اس خطاب میں آپ کی رفعت شان ہے یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا زیادہ سے زیادہ ترک اولی تھا لیکن آپ کے مقام عالی کے یہ بھی مناسب نہ تھا ﴿یاایھاالنبی﴾ کے خطاب سے آپ کے منصب نبوت کا ذکر فرما کر اس بات کی

طرف اشارہ فرمایا کہ آپ کے اس فعل کا مقصد چونکہ امت کے لئے کوئی حکم نہ تھا اور منصب نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ہر قول وفعل امت کے لئے نمونہ بنے، اس لئے یہ ترک اولی بھی مقام نبوت کے شایان شان نہیں۔

(۱۳) ﴿یَاۤاَیُّھَاالنَّبِیُّ جَاھِدِالْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾. (التحریم:۹)

ترجمہ: اے نبی مکرم! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں یـا ایھـا النبی کے خطاب کی بلاغت کو مولانا امین احسن اصلاحی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔ مومنین و متعلقین کے احتساب کے بعد یہ نبی ﷺ کو اس عام فریضہ احتساب کی تاکید ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ مامور تھے۔ آیت میں جس جہاد کا حکم ہے وہ تلوار اور زبان دونوں ہی کا جہاد ہے۔ البتہ دونوں کے محل الگ الگ ہیں .... یہ سخت انداز میں منافقین کے احتساب کی تاکید اس وجہ سے ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی کریم النفسی کے سبب سے ان کی غلطیوں پر جب گرفت فرماتے نرم ہی انداز میں فرماتے تا کہ ان کی رسوائی نہ ہو۔ اس کریمانہ انداز کی انہیں قدر کرنی تھی لیکن منافقین اس کے اہل نہ تھے۔ وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے دلیر ہوتے جا رہے تھے کہ ان کا فریب کامیاب ہو رہا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ انداز بدل دینے کا حکم دیا اور سختی کے ساتھ ان کے احتساب کی تاکید فرمائی۔[۴۹]

خلاصہ بحث:

(۱) ''یا ایھا'' کا خطاب ان موارد کے ساتھ مخصوص ہے جہاں مقصد سب لوگوں کی

توجہ کوکسی مطلب کی طرف مبذول کرنا ہواگرچہ مخاطب ایک ہی شخص ہو بخلاف ''یـــا'' کے خطاب کے جس کا عام طور پر اطلاق ایسے موارد میں ہوتا ہے جہاں مراد مخاطب کی ذات ہوتی ہے۔

(۲) قرآن کریم میں آپ ﷺ کو دو مقامات پر یاایھاالرسول اور تیرہ مقامات پر یاایھاالنبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب نبی یارسول میں سے کوئی ایک لفظ آتا ہے تواس کی مراد میں دونوں (رسول اور نبی) شامل ہوتے ہیں مگر جب یہ اکھٹے آئیں تو ان میں اس اصطلاحی فرق کوملحوظ رکھا جائے گا جس کی تفصیل مضمون کی ابتداء میں بیان کی گئی ہے۔۵۰

(۳) وہ تمام سورتیں جن میں ان الفاظ سے ندا کی گئی ہے مدنی ہیں۔

(۴) ﴿یـــا ایھـــا الـرسـول﴾ کے خطاب سے کسی سورت کا آغاز نہیں ہوا جبکہ سورۃ الاحزاب، سورۃ طلاق اور التحریم کا آغاز ﴿یاایھاالنبی﴾ سے ہوا ہے۔

(۵) آپ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کو ان کے ناموں سے خطاب کیا گیا اور آپ کو القابات سے ندا کی گئی ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں آپ کی عظمت ورفعت کا علم ہوتا ہے۔پس یہ خطابات کرامت وشرف کی دلیل ہیں اور امت کی لئے آپ کی بارگاہ کے آداب بجالانے کا حکم ونصیحت۔۵۱

(۶) یاایھاالنبی کے عنوان سے خطاب ان مواقع پر ہے جہاں حکم تمام امت کے لئے عام ہواور جس جگہ کوئی حکم رسول کی ذات سے متعلق ہوتا ہے تو وہاں یاایھاالرسول سے خطاب کیا جاتا ہے۔۵۲

(۷) بعض اوقات روئے سخن تو نبی کی طرف ہوتا ہے مگر نتیجہ اور مراد امت ہوتی ہے۔۵۳

(۸) یہ خطاب آپ کو تسلی وتشفی دینے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کے لئے بھی ہے۔۵۴

حوالہ جات/حواشی

(۱) نبی کا لفظ ۵۴ دفعہ، اس کی جمع نبیون ۱۶ دفعہ، اور جمع مکسر انبیاء ۵ دفعہ اور اس کا مصدر نبوت ۵ دفعہ قرآن میں آیا ہے۔ مستشرقین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ نبی کا لفظ عبری `Nabi اور آرامی (نبیا Nebi` a یا نبیو Nabiio) سے بنا ہے۔ {رامیار، ڈاکٹر محمود، تاریخ قرآن مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۶۲، ص: ۱۷۴-۱۷۵}

(۲) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت ۱۹۶۸ جلد اول ص: ۱۶۳

(۳) المفردات بذیل مادہ

(۴) لسان العرب: جلد اول، ص: ۱۶۳

(۵) الصالحی، یوسف، سبل الهدی والرشاد، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳، جلد: ۲، ص: ۲۷۸

(۶) المفردات بذیل مادہ

(۷) لسان العرب جلد اول، ص: ۱۶۳

(۸) الاحمد نگری، عبدالنبی بن عبدالرسول، دستور العلماء عربی ترجمہ حسن ھانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص: ۲۷۲

(۹) الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب (۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص: ۶۹-۷۰

(۱۰) سبل الهدی و الرشاد، جلد۲، ص:۲۷۸

(۱۱) الماوردی، محمد بن حبیب (۴۵۰ھ) النکت و العیون تحقیق السید بن عبدالمقصود، دارالکتب العلمیۃ بیروت، جلد۴، ص:۳۴

(۱۲) رازی، محمد بن عمر (۶۰۶ھ، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۹ء جلد:۸، ص:۲۳۶

(۱۳) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: یدل علی المغایرۃ بینهما وهو الشائع، جلد۹، ص:۱۶۴ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: هذا دلیل بین علی تغایر الرسول والنبی، روح البیان جلد۶، ص:۶۳

(۱۴) سبل الهدی جلد۲، ص:۲۷۹

(۱۵) اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) روح البیان، تحقیق احمد عبید، داراحیاء التراث العربی ۲۰۰۱ء، جلد۶، ص:۶۳

(۱۶) القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، (۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۵، جلد۴، ص:۱۲۹

(۱۷) روح البیان، جلد۶، ص:۶۳ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے روح المعانی جلد۹، ص:۱۶۵/ تاریخ القرآن، ص:۱۷۴-۱۷۹/ النکت والعیون، جلد۴، ص:۳۵)

(۱۸) بدر عالم میرٹھی ترجمان السنۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص:۴۴۵

(۱۹) احمد بن تیمیہ (۷۲۸ھ) النبوات، تحقیق محمد عبدالرحمٰن عوض، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۹۸۵، ص:۲۸۲

(۲۰) ایضاً ص:۲۸۱-۲۸۲

(۲۱) ایضاً ص:۲۸۲

(۲۲) شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ، جلد:۷، ص:۶۸۹

(۲۳) روح البیان جلد۲، ص:۴۰

(۲۴) البحر المحیط جلد۲، ص:۴۷۷

(۲۵) ابن کثیر، قصص الانبیاء، مترجم ظفر اقبال کلیار، مکتبہ زاویہ لاہور ۲۰۰۳، ص:۹۵۸

(۲۶) مفاتیح الغیب جلد۳، ص:۲۱۷

(۲۷) دلائل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ الملل والنحل جلد۳، ص: ۳۰۸-۳۱۳، مترجم عبداللہ عمادی میر محمد کتب خانہ کراچی

(۲۸) فتح الباری جلد۶، ص:۴۷۱

(۲۹) قصص القرآن ص:۳۱

(۳۰) روح المعانی جلد۲، ص:۱۴۹

(۳۱) الجامع لاحکام القرآن جلد۴، ص:۸۳/ جلد۱۱، ص:۹۰

(۳۲) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بکسٹال لاہور ۲۰۰۵ جلد ۳، ص ۶۵۳_۶۵۵ معارف القران جلد:۳، ص:۴۵۵

(۳۳) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، دارالاشاعت الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۱، جلد۲ ص:۲۹۳

(۳۴) شبیر احمد عثمانی، زیر آیت المائدہ:۶۷

(۳۵) تدبر قرآن جلد۳، ص:۱۰۵

(۳۶) ضیاءالقرآن جلد:۴،ص:۹

(۳۷) تفسیر نمونہ ،جلد:۵۴۴

(۳۸) روح المعانی ،جلد:۱۱،ص:۱۴۲

(۳۹) تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائے ،تدبر قرآن جلد۵،ص:۲۱۴

(۴۰) تدبر قرآن جلد۵،ص:۲۳۹

(۴۱) ضیاءالقرآن جلد:۴،ص:۸۴

(۴۲) ضیاءالقرآن ،جلد:۴،ص:۸۴

(۴۳) السایس،محمد علی،تفسیر آیات الاحکام ،احیاءالتراث العربی،۲۰۰۱ء جلد:۲،ص:۳۰۲

(۴۴) مفسرین نے عموماً ان کا نزول فتح مکہ کا موقعہ بتایا ہے مگر واحدی نے یہی لکھا ہے اور یہ زیادہ موزوں بھی ہے۔الواحدی،علی بن احمد،اسباب النزول ،تحقیق ایمن صلح شعبان،دارالحدیث القاہرہ،۱۹۹۵ء ص:۳۶۰

(۴۵) The plural "you" indicates that the whole community is thus addressed.
(Muhammad Asad, The Message of the Qur'an, Gibraltar, 1980, P:872)

(۴۶) روح المعانی،جلد:۱۴،ص:۳۲۵

(۴۷) علامہ ابوحیان کی یہ رائے تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص:۲۹۴ سے نقل کی گئی ہے۔تفسیر البحر المحیط جلد۸،ص:۲۸۴ پر یہ عبارت موجود ہے۔

(۴۸) روح المعانی، جلد:۴، ص:۳۷۳

(۴۹) تدبر قرآن، جلد:۷، ص:۴۷۳

(۵۰) قرآن میں ایمان اور اسلام، فقیر اور مسکین بھی اس فرق کی مثالیں ہیں۔

(۵۱) علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ناداه تعالٰی بالنبی لاباسمه ای: لم یقل یامحمد کما قال یاآدم ویانوح، ویاموسی ویاعیسی ویازکریاویایحیٰی تشریفاً فهو من الالقاب المشرفة الدالة علی علوجنابه علیه السلام، وله اسماء والقلب غیرهذا وکثرة الاسماء والالقاب تدل علی شرف المسمی واما تصریحه باسمه فی قوله محمدرسول اللّٰه. (الفتح:۲۹)فلتعلیم الناس انه رسول اللّٰه ولیعتقدوه کذلک ویجعلوه من عقائدهم الحقة. (روح البیان، جلد:۷، ص:۱۵۷)

علامہ مراغی نے لکھا ہے: خاطب اللّٰہ محمداً صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یاایھاالنبی فی مواضع کثیرۃ وماخاطبہ بی ایھاالرسول الافی ھذا الموضع وموضع اخربعدہ یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک.(المائدہ:۶۷)وھذا الخطاب للتشریف والتعظیم وتأدیب المومنین وتعلیمھم أن یخاطبوہ بوصفہ کما کان یفعل بعض اصحابہ بقولھم (یارسول اللّٰہ)وجھل ھذا بعض الاعراب لخشونتھم وسذاجۃ فطرتھم فکانوا ینادونہ (یامحمد)حتی انزل اللہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا.(النور:۶۳)فکفوعن ندائہ باسمہ.(المراغی،احمد مصطفیٰ،تفسیر

المراغی،تحقیق باسل عیون السود، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸،جلد:۲،ص:۴۳۷)

(۵۲) الجامع لاحکام القرآن،جلد:۱۸،ص:۱۴۸

(۵۳) سورۃ الطلاق آیت:۱کے تحت امام قرطبی لکھتے ہیں انہ خطاب للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمراد امتہ.الجامع لاحکام القرآن ،جلد:۱۸،ص:۱۴۸

(سورہ توبہ آیت:۸۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی امام قرطبی نے لکھا ہے:الخطاب للنبی ﷺ وتدخل فیہ امتہ من بعدہ.الجامع لاحکام القران جلد:۴،ص:۱۲۹)